

قرون وسطیٰ میں اسلامی ہند کا نظام تعلیم

ڈاکٹر اخلاق احمد

مسلمانوں نے نصف صدی کے اندر تقریباً آدھی دنیا کو زیرِ نگین کر لیا۔ فتوحات کی سرگرمیوں اور دیگر دشواریوں کے باوجود علمی محرکات سے سرشار مسلمانوں نے علمی ترقی میں کوتاہی نہیں کی۔ مکہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا مکان اور مدینہ میں اصحاب صفہ کا چوتروہ عہد نبویؐ کی ابتدائی درسگاہیں تھیں۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں کوفہ اور بصرہ اپنی علمی مرکز بن گئے۔ مشہور تھے جہاں قرآن، حدیث، فقہ، نحو، ادب، بلاغت اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بعد شام و فلسطین، مصر، خراسان، اسپین، سسلی، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بے شمار شہر اور قصبے علم دین کے مرکز بن گئے۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستان کے اندر مختلف جگہوں پر ہزاروں کی تعداد میں دارالعلوم، مدارس اور مکتب قائم ہوئے جن میں سے کچھ مشہور یہ تھیں: آگرہ، دہلی، اجمیر، مٹھہ، جونپور، جلال آباد، سرہند، سہالی، قنوج، کلیر، امیٹھ، بدایوں، بریلی، بجنور، بلگرام، بھوپال، پانی پت، بنارس، اعظم گڑھ، پٹنہ، تھانہ، سر جید آباد، رامپور، سورت، شاہجان پور، خیر آباد، لکھنؤ اور کلکتہ وغیرہ۔

جب مسلمان ہندوستان آئے اور یہاں اپنی سلطنت قائم کی تو انہوں نے اس ملک کو اپنے طریقہ تعلیم سے روشناس کرایا۔ الغزالی اور نظام الملک جیسے ماہرین تعلیم اور بلند مرتبہ معلمین کا طریقہ تعلیم یعنی مدرسہ سٹم یہاں رائج ہوا۔ یہاں کے مخصوص حالات کے پیش نظر یقیناً کچھ تبدیلیاں کی گئیں، لیکن بنیادی ڈھانچہ تقریباً وہی رہا۔

مسلم ہندوستان میں تعلیم کے ارتقاء کی تاریخ دورِ غلامان سے شروع ہوتی ہے۔ اس دور میں سینکڑوں مسجدیں تعلیمی مرکزوں کا مرکز نظر آتی ہیں۔ جس طرح عہدِ وسطیٰ کے یورپ میں چرچ مذہبی اور دنیوی تعلیم کا مرکز تھا۔ اس دور کا سب سے اہم فرد جس نے تعلیم کی طرف توجہ کی سلطان ناصر الدین تھا جس نے دہلی میں مدرسہ ناصریتہ قائم کیا تھا۔

تعلیم کو آگے بڑھانے میں غلی خانان نے ہی کام نہیں کیا۔ لیکن حقیقت میں یہ فیروز شاہ تغلق تھا جس نے تعلیم میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسے علم سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے دور میں تقریباً تیس نئی درسگاہیں قائم کیں۔ قدیم مدارس جن کو اس نے دوبارہ شروع کرایا اس کے علاوہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ایک بڑے مدرسے کا قیام تھا جو اسی کے نام سے موسوم تھا اور جہاں روایتی تعلیم کا مکمل اختتام تھا۔ یہ مدرسہ ایک شاندار عمارت میں قائم کیا گیا تھا۔ اس میں ایک عظیم الشان مسجد بھی تھی۔ ان مدارس کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں وقت کے بڑے بڑے علماء درس دیتے تھے جن کی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے ادا کی جاتی تھیں۔

فیروز شاہ تغلق کے بعد سکندر لودی کو اس بات کا شوق ہوا کہ تعلیم عام کی جائے۔ اسے تعلیم سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ سکندر لودی ہی وہ پہلا حکمران تھا جسے انتظامی ضروریات کے لیے سفیر مذہبی تعلیم کا خیال پیدا ہوا۔ فرشتہ رقمطراز ہے کہ ہندو متھوں نے کبھی فارسی تعلیم کی طرف توجہ نہیں کی تھی اس کے عہد میں عام طور سے اسلامی ادب کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔^(۲) اس کے علاوہ لودی ہی کے عہد میں محقق طوسی کے بنائے ہوئے روایتی نصاب تعلیم میں شیخ عزیز اللہ اور شیخ عبداللہ نے قابل قدر اضافے کئے۔ قاضی عضد کی تصانیف مطالع اور مواعظ اور سکاکی کی متقاج العلوم کو نصاب میں داخل کیا گیا۔ علم منطق کو ہندوستان میں انہی حضرات نے فروغ دیا۔^(۳)

اس کے بعد مغل دور حکومت میں قدم رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں مسلم تہذیب و تمدن عروج پر ہے۔ مغل کچھ صرف کورٹ کچھ کاجرہ تھا۔ حکمرانوں نے بالعموم اسلام کے مہوری مزاج کو اہمیت نہیں دی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلم اتحاد کی ضرورت صرف اسی وقت ہٹیں آتی ہے جب ہندوؤں کا مقابلہ کرنا ہو۔ اسی لیے اکبر کے علاوہ کسی بھی مغل حکمران نے عوام کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ تعلیم صرف امراء کے چند خاندانوں تک ہی محدود رہتی تھی۔ اعلیٰ تعلیم پر ریاست کا کنٹرول تھا لیکن ابتدائی تعلیم کا انتظام تمام تر نجی ماحولوں میں تھا۔ ہمایوں کیرنے اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”دلچسپ بات یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے مدارس تو ریاست خود چلاتی تھی لیکن ابتدائی تعلیم کا بندوبست پرائیویٹ کنٹرول میں تھا۔ موجودہ دور میں ریاست کا یہ فرض سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری قبول کرے۔ بلکہ کچھ ممالک تو شاہی اور اعلیٰ تعلیم کی ذمہ داری بھی ریاست ہی کے سر ڈالتے ہیں۔ لیکن دور وسطیٰ میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی یہ کیفیت تھی کہ ریاست صرف اعلیٰ تعلیم کے کچھ مدارس ہی کی سرپرستی کرتی تھی۔“^(۴)

ابتدائی تعلیم کو نظر انداز کرنے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ امر اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے بچے مسجدوں میں جا کر تعلیم حاصل کریں۔ وہ یا تو خود بچوں کو تعلیم دیتے تھے یا گھریلو بنی طور سے اس کا انتظام کرتے تھے۔ تعلیم یافتہ افراد اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام گھریلو پر کرتے تھے شیخ مبارک کی ذاتی دلچسپی اور تعلیمی سرپرستی ہی نے ابو الفضل کو بلند مقام پر فائز کیا۔^(۱۵)

بابر سے لے کر اورنگ زیب تک سبھی حکمران تعلیم یافتہ تھے۔ اکبر خود تعلیم یافتہ تھا لیکن اس نے بھی اس دور کا مغل روح کو جاری و ساری رکھا۔ اکبر کا نقطہ نظر مذاہب کا اتحاد تھا۔ وہ ہندوستانی سماج کو سیکولر ڈھانچے میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں میں اکبر پہلا حکمران تھا جس نے ہندو اور مسلمان دونوں کی تعلیم کی طرف کس تو جود دی۔ اس کے زمانے میں پہلی مرتبہ ہندو اور مسلمان طلبہ کو ایک ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا گیا۔ اکبر بچوں کی تعلیم میں بے حد دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم کے لئے بہت سی ہدایات جاری کیں۔ ان ہدایات نے پورے نظام کو متاثر کیا۔ اکبر کے تعلیمی دھانچے میں درج ذیل نکات لائق توجہ ہیں۔ ان سے تعلیم کے بارے میں اکبر کے رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ اہمیت زبان کے حروف کو دی گئی۔ ہر بچے کے لئے زبان سیکھنا ضروری تھا۔ اس لئے دو دن حروف کو سیکھنے سمجھنے کے ۱۰ عربی حروف۔

۲۔ ان حروف کو سیکھنے کے بعد ان کا ماننا اگلا قدم تھا۔ اس کے لئے ایک ہفتہ رکھا گیا۔

۳۔ شہر و نظم دونوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ بچے اسے زبانی یاد کریں۔

۴۔ معلموں کو ہدایات جاری کی گئیں کہ وہ طلبہ کے روزانہ کام ہاؤز میں اور ان کے کام سے ان کے معیار کو ہانچا جائے۔

۵۔ ہر طالب علم کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہندسہ، ریاضی، علم نجوم، منطق، علم معاشیات، علم تمدن، علم طب و فلسفہ کی تعلیم حاصل کرے۔

۶۔ اعلیٰ تعلیم کو تین حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔

(۱) الہی (دینیات) (۲) ریاضی (حساب) (۳) طبی (سائنس)۔

۷۔ شہر کی تعلیم کے لئے دو یا کرن (صرف و نحو) ویدانت (فلسفہ) ہنن جلی (ریگ) کا جاننا ضروری تھا۔^(۱۶)

عہدِ بزن میں روایتی تعلیم کے نصاب میں عنصرِ الملک فتح اللہ شیرازی نے نصاب میں کچھ اضافے کئے اور انہیں بعد حوشی قبرن یا گیا۔ مولانا غلام آزاد فتح اللہ شیرازی کے بارے میں فرماتے ہیں، "تصانیف علماء متأخرین ولایت ایران و خراسان وغیرہ مثل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث منصور و مرزا جان میر فتح اللہ شیرازی" در ہندوستان آورو۔"

ترجمہ ایران و خراسان وغیرہ کے متأخرین علماء کی تصانیف ہندوستان لائے جیسے محقق دوانی، میر صدر الدین، میر غیاث منصور، مرزا جان میر فتح اللہ شیرازی کی کتابیں۔

جائیکے اور شاہ بہان کے زمانہ میں تعلیم کا یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس دور میں بھی ابتدائی تعلیم نجی افراد کے سپرد رہی اور کہیں ریاست کی ذمہ داری ہا اس میں نہیں ہوتا۔

اورنگ زیب دینی تعلیم کا بہت دلدادہ تھا۔ اس کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ اس لئے اس نے فطری طور پر اس نظامِ تعلیم میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ مدارس میں طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اور ان میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس نے کجرات کے دیوانِ حکومت خان کو خاص طور سے یہ ہدایات جاری کیں۔

۱۔ جو طلبہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتاب میزان کا مطالعہ کریں انہیں ایک آنہ یومیہ دیا جائے۔

۲۔ جو مشتبہ کا مطالعہ کریں ان کو ۲ آنہ یومیہ دیا جائے۔

۳۔ جو لوگ کشاف کی تعلیم حاصل کریں انہیں دو آنہ یومیہ دیا جائے۔

۴۔ وہ طالب علم جو شریعت اور فقہ کی کتابوں کی تعلیم حاصل کریں جیسے کہ شرح وقایہ انہیں آٹھ آنہ یومیہ دیا جائے۔"

اس نظام کو پسند کرنے کے باوجود اورنگ زیب اس کے طریقہ تعلیم کے خلاف تھا۔ وہ اس کے نصاب اور طریقہ تدریس دونوں سے اختلاف رکھتا تھا۔ بریٹرنے اپنی کتاب میں اورنگ زیب کی اس مخالفت کا بہت تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس نے صاف طور سے یہ واضح کیا کہ ایک طالب علم کے لئے علمی دنیا کی تعلیم ضروری ہے۔ قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں ان کی شکست و فتح کے اسباب، ان کا انتظام سلطنت، ان کی پالیسی اور اس کا رد عمل، یہ سب کچھ طالب علم کو جاننا چاہیے تاکہ وہ ان کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

اورنگ زیب نے خود اپنی تعلیم پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور ان معلموں کے طریقہ تدریس پر غیظ و غضب کا

اظہار کیا ہے جو ہزاروں کو عملی تعلیم کے بجائے چند کتابی الفاظ سے روشناس کراتے ہیں۔ اپنے استاد ملا صالح سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ طفلی ہی وہ زمانہ ہے جب بچوں کو بہترین ہدایات دی جاسکتی ہیں اور انہیں شاندار کارنامے انجام دینے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ کیا صرف عربی زبان کی لیاقت کے ذریعہ ہی قانون اور سائنس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے میرے والد شاہ جہان کو یقین دلایا کہ مجھے فلسفہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بوسوں آپ نے حماقت انگیز نکات کو سمجھانے میں صرف کئے۔ اور میرے دماغ کو کسی لائق نہ چھوڑا۔ اس تعلیم کا مقصد صرف دماغ کی تمام قوتوں اور فکر انگیزی کو زنگ آلود کرنا ہے۔ گرد و فواح کی اقوام کی زبان سے واقفیت ایک سکمران کے لئے مہبت ضروری ہے۔ لیکن آپ نے مجھے صرف عربی کی تعلیم دی۔ ایک ایسی زبان سکھانے سے جسے دس بارہ سال سخت محنت سے بغیر کوئی شخص اچھی طرح سیکھ نہیں سکتا۔ آپ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ کا احسان مدعوں گا۔ بے میراث قیمتی وقت برباد کر دیا۔ آپ یہ بھول گئے کہ ایک تہزارہ کی تعلیم میں کیا کیا باتیں ناسوسوں پر ہیں۔ اور یہ فرض کر لیا کہ اسے عربی قواعد اور فقرہ پر حاوی ہونا چاہیے۔ میری جوائی کے قیمتی سال آپ نے محض الفاظ یاد کرنے میں ضائع کر دیے۔^(۹)

اگر بریٹش کی بات میں صداقت ہے تو یہ بات محسوس کی جاسکتی ہے کہ اورنگ زیب آج کی دنیا کا عملی انسان تھا۔ فلسفہ کی تعلیم کے خلاف اس کی شکایت بجا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے مادری زبان کی تعلیم اور ذریعہ تعلیم پر جو زور دیا ہے اس کا احسان آج کے انسان کے دماغ کو زیادہ متاثر کر سکتا ہے۔ ایک بات البتہ تشریح طلب ہے اور وہ یہ کہ اورنگ زیب جب اس روایتی تعلیم کے خلاف تھا تو اس نے اس میں بنیادی تبدیلی کیوں نہیں کی؟ جبکہ برعکس یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے زمانہ میں مدارس میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور ریاست کے کونہ کونہ میں روایتی تعلیم کا چرچا عام ہوا۔ اس نظام میں بنیادی تبدیلی کی ذمہ داری نظام الدین پر ہے۔ وہ ملا تطلب الدین شہید کے بیٹے تھے اور انہی کی توجہ و دلچسپی کی وجہ سے اس نظام کو درس نظامیہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ درس نظامیہ اور نظام الملک طوسی نے جو طریقہ جاری کیا تھا وہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان میں فرق کیا جانا چاہیے۔ درس نظامیہ کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی عناصر کو سمجھنا ضروری ہے۔

۱۔ درس نظامیہ میں ہر مضمون کی دو بنیادی کتابیں شامل تھیں۔ ان کتابوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد اس مضمون

کی ہر کتاب کو سمجھا جاسکتا تھا۔

۲۔ پڑانے نصاب میں ایک طالب علم تقریباً بیس سال کی عمر میں اپنا کورس مکمل کرتا تھا لیکن اس نئے نصاب میں کتابوں کے مشکل ہونے کے باوجود طالب علم سولہ یا سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو جاتا تھا۔

۳۔ فلسفہ اور اخلاقیات کی کتابوں کی تعداد دوسری کتابوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ حدیث کی صرف ایک کتاب مشکوٰۃ تھی۔ فقہ پر کتابیں کم تھیں لیکن طلبہ کا رجحان آج کے علماء سے مختلف تھا۔ ان میں وسیع النظری ہوتی تھی جو آج کل کم دکھائی دیتی ہے۔

۴۔ درس نظامیہ میں ادب کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے ادب کی کتابوں کی تعداد سب سے کم تھی^(۱۱)۔

یہ نظام الدین تھے جنہوں نے مسلمانوں کے طریقہ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کی۔ اس کا اثر آج تک مسلمانوں کی تعلیم پر ہے۔ ان کی اہمیت اور شہرہ۔ ایک نئے نظام ہی کی وجہ سے ہے۔ ہندوستان کے کونہ کونہ میں اس نظام تعلیم کے فضل و موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے آج بھی اسلامی علوم کی فصح روشن ہے^(۱۲)۔

عہد عالمگیری کے بعد شاہ ولی اللہ نے اس میں اتریمات کیں۔ بہت حد تک کتابوں کی ترتیب کو بھی بدل دیا۔ جس کا ذکر ان کے رسالہ النہج اللطیف میں موجود ہے۔ لیکن فرنگی محلہ دہلی کی پاشن کے ساتھ دلی اللہی نصاب کا مزہ چھینکا نکالا اور اپنا یا نہیں کیا اگرچہ بعد میں دارالعلوم دہلوی نے اس کو اپنی بنیاد بنایا۔

ولی اللہی نصاب۔ نحو میں کافیہ۔ شرح جامی۔ منطق میں شرح شمسہ شرح مطالع۔ فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمتہ۔ کلام میں شرح عقاید نسفی مع حاشیہ خیالی شرح مواقف نسفی فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ (کامل)، اصول فقہ میں مسامی اور کسی تدریج تلخیص۔ بلاغت میں مختصر و مطلق۔ بیات و حساب میں بعض رسائل مختصر۔ طب میں معرزالقانون۔ حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کامل، ترمذی کامل، کسی تدریج صحیح بخاری تفسیر میں مدارک، بیضاوی۔ تصرف و سلوک میں عوارف و رسائل نقشبندیہ، شرح رباعیات جامی مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص^(۱۳)۔

حوالہ جات

1. Law, Narendra Nathe, Promotion of Learning in India During Muhammadan Rule, London, 1916 p. 19.

2. Ibid, P. 76

۳۔ مناظر حسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، احمدی اول، دہلی، ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۵۱۔ اور جارجہ مدارس اسلامیہ مغربی پاکستان جامعہ چشتیہ ٹرسٹ، نائل پور، ۱۹۶۰ء، صفحہ ۷۶۔

4. Humayun Kabir, Continuity of Tradition in Indian Educational Thought, Indo-Arian culture, January 1959, P. 230.

5. Beni Prasad, A. Few Aspects of Education and Literature under the great Mughals, Indian Historical Records Commission Proceedings of Fifth Meeting held at Calcutta, January 1923, P. 42.

6. Abul-Fazl Ain-i-Akbari, tr. by Blochmann, Calcutta, 1927, vol. 1 PP. 288-39

۷۔ مناظر حسن گیلانی، صفحہ ۲۵۷۔

8. Law, Narendra Nath, P. 188

9. Bernier, F. Travels in the Moghul Empire, tr. by Archibald Constable,

۱۰۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۲ء، جلد سوم، صفحات ۲۵-۲۲۔

۱۱۔ مولا نظام الدین مکنوی سے اٹھائیس میل کے فاصلہ پر قصبہ سہالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ملا قطب الدین اپنے دور کے علماء میں ممتاز تھے جن کے پاس دورِ دود سے لوگ درس کے لئے آتے تھے۔ ملا نظام الدین اچھے شیرو بے ہی کے تھے کہ عثمانیوں نے ان کے والد کو شہید کر دیا۔ یہ خاندان کے لئے ایک بڑا سانحہ تھا۔ لیکن چونکہ بڑے صاحبزادے اور تنگ ذہب کے دربار میں رہتے تھے وہ بادشاہ سے شاہی فرمان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس فرمان کی رو سے مکنوی میں فریج محل اس خاندان کو مطلقاً کیا

گیا۔ ملا کے خاندان کے سب افراد بیمار آکر آباد ہو گئے اور یہ جگہ ان کا مستقل ٹھکان بن گئی۔

ملا نظام الدین نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دیوا اور بنارس جانا پڑا۔ حافظ امان اللہ بنارس جیسے معلم کی شاگردی کا انہیں موقع ملا۔ اور انہی کے فیض تربیت نے آپ کو تعلیم کی نئی راہ سے آشنا کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد والد کی گوری پر بیٹھے اور اپنے مشہور مدرسے کی بنیاد رکھی۔ جلد ہی ان کی شہرت پورے ہندوستان میں عام ہو گئی۔ وہ بہت سی کن بڑوں کے مصنف ہیں لیکن ان کی اصل شہرت اس نظام تعلیم کی وجہ سے ہے جو اس وقت سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں رائج چلا آتا ہے۔

۱۲۔ مولانا عبدالحی، ہندوستان کا نصاب درس، اساتذتِ نیرت، صفحہ ۱۲، اور جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان، صفحہ ۷۶۔